قسط نمبر ۷[1]
گذشتہ سے پیوستہ

مولانا ارشاد الحق صاحب
ادارہ علوم اثریہ لائلپور

احسن الکلام

۴ - مؤلف احسن الکلام نے اپنے مدعٰی پر بارھویں حدیث۔

"من کان له امام الخ" بواسطہ الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابرؓ نقل کی ہے۔ حسن بن صالح سے یہ روایت ان کے متعدد تلامذہ روایت کرتے ہیں جن میں مالک بن اسماعیل اور ابو نعیم بھی ہیں مولانا صفدر صاحب چونکہ ان دو واسطوں کو صحیح خیال کرتے ہیں اس لیے تیرھویں اور چودھویں حدیث کے نام سے انہیں معرض استدلال میں پیش کیا ہے اور یہ تعبیر سند کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے لیکن سند چونکہ "حسن بن صالح" پر متحد ہے اور اس میں جو کھوٹ ہے وہ اس سے اوپر کی سند میں ہے اس لیے ہم ان تینوں روایتوں پر باہم متحد ہونے کی بنا پر یکجا بحث کریں گے۔ وبیدہ التوفیق۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اپنی روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ بلکہ ابوالزبیرؒ اور حسن بن صالح کے مابین جابر جعفی کا واسطہ گرا ہوا ہے۔ جیساکہ دارقطنی، بیہقی اور ابن ماجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور مسند بن حمید کے قلمی نسخہ میں بھی جابر کا واسطہ مذکور ہے۔ جو محدث ڈیانوی کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ محدث ڈیانوی کے نسخہ کی نقل حضرت مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی متعنا اللہ بطول حیاتہ کے پاس بھی موجود ہے اور اس میں یہ روایت بواسطہ جابر رضی ہی منقول ہے۔

لیکن مولانا سرفراز صاحب ان کی اس بات سے متفق نہیں اس لیے کبھی تو قلم کو "منطقی و فلسفی" قرار دیتے ہوئے مولانا مبارکپوری پر پھبتی کستے ہیں اور کبھی جذباتی انداز میں فرماتے ہیں سے

[1] احسن الکلام پر ایک نظر کی یہ ساتویں قسط ہے۔ چنانچہ پہلی قسط نمبر ۲ دوسری اکتوبر میں تیسری نومبر میں چوتھی دسمبر میں پانچویں اور جنوری ... [illegible] ... قسط نمبر غلط چھپ گیا تھا۔ ادارہ معذرت خواہ ہے۔ معاونین کرام نوٹ فرمائیں۔

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

لیکن اور گزارش ہے کہ اگر حقیقت کو آپ نے خرافات سمجھ لیا ہے تو اس کے مجرم مولانا مبارکپوری کیوں ہیں؟ انہوں نے فن روایت کو پیش نظر رکھا آپ اسے نظر انداز فرماتے ہیں۔ انہوں نے اصول تصحیح و تنقیح روایات کا پاس کیا آپ انہیں تعبیر قسمت کا طعنہ دیتے ہیں۔ ازراہ انصاف فرمائیے جرم کس کا ہے؟

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ جہاں تک مسند عبد بن حمید کے نسخہ میں جابر جعفی کے واسطہ کے ساقط ہونے کا تعلق ہے تو بلاشبہ علامہ مزی، ابن ہمام، ماردینی پھر ان کی متابعت میں بعض دوسرے اہل علم نے اس سند کو بغیر واسطہ کے ذکر کیا ہے۔ لیکن جن نسخوں میں جابر کا واسطہ مذکور ہے آخر اس کا کیا جواب ہوگا؟ بعض احتمال آفرینی سے تو کام نہیں چلتا اس کے لیے قرائن و دلائل کی بھی ضرورت ہوتی ہے مسند عبد بن حمید میں جابر کا واسطہ گر جانے پر قرینہ یہ ہے کہ روایت ابو نعیم رحمہ (عبد بن حمید کے استاد ہیں) ہی کے واسطہ سے سنن دارقطنی ص ۱۲۳ ج ۱ اور کتاب القرأت ص ... میں بسند صحیح بواسطہ جابر جعفی مذکور ہے۔ نیز علمائے دیوبند کے خاتم الحفاظ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری "فصل الخطاب" میں اس بات کے معترف ہیں کہ شیخ ابن ہمام کے نسخہ عبد بن حمید میں جابر کا واسطہ گرا ہوا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وقد رجع فيه أي في الإسناد الثاني (أي الإسناد عبد بن حميد)

الحافظ ابن حجر فغمزه وفي البدر المنير في الكشف عن مباحث فتح القدير للشيخ أبي الحسن السندي الكبير وهو تعليق ضخيم له عليه قال تلميذ المحقق الشيخ قاسم سقط من نسخة الشيخ بعد الحسن بن صالح جابر الجعفي ولذلك جعلها على شرط مسلم" فصل الخطاب برحاشیہ کتاب المستطاب ص ۳۰)

یعنی مسند عبد بن حمید کی سند کے متعلق حافظ ابن حجر سے سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا یہ ضعیف ہے اور "بدر المنیر" جو شیخ ابوالحسن السندی الکبیر کی تصنیف ہے اس میں ہے کہ علامہ قاسم (جو شیخ ابن ہمام کے تلمیذ ہیں) نے کہا ہے کہ شیخ کے نسخہ سے حسن بن صالح کے بعد جابر جعفی گرا ہوا ہے اسی بنا پر انہوں نے اس روایت کو شرط مسلم پر قرار دیا ہے اسی طرح "العرف الشذی"

میں شیخ ابن ہمام کا کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لکن السند الذی وجدہ الشیخ حذف منه جابر" (العرف الشذی ص ۱۵۱)

بلکہ "فصل الخطاب" میں علامہ کاشمیری نے حسن بن صالح عن ابی الزبیر کے طریق پر مجموعی حیثیت سے کلام کرتے ہوئے نتیجۃً لکھا ہے۔

"والاعتماد علی الطریقۃ الاولی وبھا اخرجہ الامام محمد بن الحسن"

یعنی (اس روایت پر) اعتماد موسیٰ بن ابی عائشہ عن ابن شداد کے طریق پر ہے۔ گویا علامہ کاشمیری بھی حسن بن صالح کے طریق کو صحیح نہیں سمجھتے۔ بلکہ علامہ نیموی کا آثار السنن میں اس طریق کو ذکر نہ کرنا بھی اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت بایں سند صحیح نہیں۔ جبکہ وہ موافق مسلک روایت ذکر کرنے میں بڑے حریص واقع ہوئے ہیں۔

محترم ناظرین یہ ہے اصل حیثیت اس سند کی فریق مخالف کے محترم علماء کے نزدیک آپ دیکھ آئے ہیں کہ یہی مفہوم و مقصد ہے مولانا مبارکپوری کا بھی۔ اسی پر مولانا صفدر صاحب [illegible] ہوئی قسمت کے عنوان سے [illegible] بیٹھے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ علامہ کاشمیری کے [illegible] کے بعد مولانا مبارکپوری کی قسمت بگڑ تو کیسے گئی؟ افسوس ہے حقیقت حال کا اظہار کیا گیا تو آپ غم و غصہ کے ذہن میں [illegible] و فریب کی دلدل میں دھنسنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔ اور جہاں تک تعلق ہے مسند احمد بن منیع میں جابر کی زیادتی کا تو اس پر بحث کا یہ موقعہ نہیں۔ آئندہ ہم انشاء اللہ اس کی حقیقت کا بھی اظہار کریں گے اور بتلائیں گے کہ اس بحث میں مولانا صفدر صاحب نے کس قدر تخلیط و تلبیس سے کام لیا ہے نیز امام حاکم اور حافظ ابن حجر کے کلام کو کس انداز سے غلط پیرائے میں بیان کیا ہے۔

رہی مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی سند تو ان میں بھی یقیناً جابر کا واسطہ گرا ہے جبکہ شریک کے باقی تلامذہ مثلاً اسحاق بن منصور، ابونعیم، یحییٰ بن بکیر، عبداللہ بن موسیٰ، عبیداللہ بن موسیٰ، احمد بن عبداللہ بن یونس سب جابر ہی کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ بلکہ اسود بن عامر اور مالک بن اسماعیل نے بھی یہ روایت جابر کے واسطہ سے روایت کی ہے۔ ابوغسان مالک کی کنیت ہے اور شاذان، الاسود بن عامر کا لقب ہے۔ اور ان کی روایت سنن دارقطنی (رقم [illegible] ج ۱) میں بسند صحیح مذکور ہے۔ بنا بریں یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہے کہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ

کے نسخہ میں جابر رضؓ کا واسطہ ناسخ سے گر گیا ہے۔

اصولِ تصحیح نسخ و تنقیح روایات سے واقف کار حضرات ہماری اس بات کی تائید کریں گے۔ اس قسم کا محو و اثبات تصحیف و تحریف سے تو ترمذی، نسائی، ابوداؤد ایسی درسی کتابیں بھی محفوظ نہیں۔ جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ضرورت محسوس ہوئی تو ان شاء اللہ مولانا صفدر صاحب کی تسلی کر دیں گے۔ اور اگر جابر رضؓ کا گرا ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو پھر روایت کو مضطرب کہا جائے جیسا کہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

لیکن مؤلف احسن الکلام کوئی بات تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ اس لیے فرماتے ہیں۔

"سند متصل ہے جبکہ حسن نے ابوالزبیر کا زمانہ پایا ہے حسن ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ابوالزبیر کی وفات ۱۲۸ھ میں ہے۔ لہٰذا اگر اٹھائیس سال کے اس طویل عرصہ کے اندر بھی امکان لقاء ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور سند متصل نہیں ہو سکتی تو سرے سے فنِ روایت اور حدیث کا ہی انکار کر دیجئے۔"

حالانکہ بحث صرف اتصال کی نہیں۔ دونوں کے مابین واسطہ گر جانے کی ہے۔ جس پر روایت کا مدار و مدار ہے۔ مسند احمد اور مصنف کے نسخہ میں جابر رضؓ کا واسطہ تسلیم نہ بھی کیا جائے تو بھی اس روایت کو مضطرب کہا جائے گا۔ جبکہ حسن کے دیگر تلامذہ بلکہ خود مالک اور ابواسود بھی اسے جابر رضؓ کے واسطہ سے ذکر کرتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں اگر کسی ایک سند کے لیے وجہ ترجیح ثابت ہو جائے تو فبہا ورنہ وہ روایت قابلِ استناد نہیں سمجھی جائے گی۔ اور یہاں جابر رضؓ کا واسطہ ثابت ہونے پر دلائل ظاہر ہیں۔ بنا بریں یہ کہنا عین اصولِ حدیث کے مطابق ہے کہ اصل روایت بواسطہ جابر رضؓ مروی ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد کے نسخہ میں یہ واسطہ گرا ہوا ہے۔

اور اگر اس واسطہ کے نزاع کو بالائے طاق رکھتے ہوئے روایت کے اتصال پر بحث کی جائے تو بھی اس کا محض احتمال سے اتصال ثابت نہیں ہو سکتا۔ مولانا صفدر صاحب کے سہو کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے علامہ شمس الدین وغیرہ کے الفاظ "الحسن ادرک ابا الزبیر" کو لقاء پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ "ادرک" سے ہمیشہ ملاقات مراد نہیں ہوتی بلکہ اتحادِ زمانہ بھی مراد ہوتا ہے۔ جس کی متعدد مثالیں کتب رجال سے مل سکتی ہیں۔ مثلاً علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں۔

"وادرک ابوحنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم

اجمعین . . . ولم یلق واحدا منھم ولا اخذ عنہ"

دیکھیے یہاں علامہ موصوف "ادرک" بمعنی اتحاد زمانہ لیتے ہیں اور ملاقات اخذ روایت کی نفی کرتے ہیں۔ اہل علم کو علامہ ابن خلکان سے اختلاف کی تو گنجائش ہے۔ لیکن اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ "ادرک" بمعنی اتحاد زمانہ بھی ہے اور بدون تصریح صحتِ سماع کا دعویٰ غلط ہے۔

بلاشبہ امام مسلم اس بات کے قائل ہیں کہ اتصال سند کے لیے امکان لقاء کافی ہے۔ لیکن محققین نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ اصولِ حدیث کی کتابیں اس بحث سے بھری پڑی ہیں۔ علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

"ھذا الذی صار الیہ مسلم قد انکرہ المحققون وقالوا ھذا الذی صار الیہ ضعیف والذی ردہ ھو المختار الصحیح الذی علیہ ائمۃ ھذا الفن علی بن المدینی و البخاری وغیرھما" (شرح مسلم ص۲۱ ج ۱)

علامہ نووی کا یہ تبصرہ حقیقت پسندانہ ہے جبکہ متعدد ایسے راوی نظر آتے ہیں کہ اتحاد زمانہ کے باوجود ان کی آپس میں ملاقات ثابت نہیں ہوتی اور محدثین نے ان کی روایات پر ارسال یا انقطاع کا حکم لگایا ہے۔ آپ ابراہیم نخعی کو ہی لیجئے۔ جبکہ ان کی پیدائش ۴۶ھ یا ۵۰ھ میں اور وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔ لیکن ۴۶، ۵۰ سال کے طویل عرصہ میں بھی صحابہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ حضرت عائشہؓ سے ملاقات کا ثبوت ملتا ہے اور بس۔ حالانکہ اس دور میں صحابہ رضؓ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان کے ساتھ اتحاد زمانہ بھی ہے اور صحابی کو دیکھنے کی خواہش اس پر مستزاد ہے۔ بلکہ علقمہ ۶۲ یا ۷۲ھ میں فوت ہوئے ان سے بھی ابراہیم نخعی کی روایات کو مرسل کہا گیا ہے (ملاحظہ ہوں کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص۸)

تو ایسی صورت میں کیا مولانا صفدر صاحب ابراہیم کی جملہ مرویات کو متصل تسلیم کرتے ہوئے محدثین کو یہ طعنہ دینے کے لیے تیار ہیں کہ اس طویل عرصہ کے اندر بھی امکان لقاء ثابت نہیں ہو سکتا اور سند متصل نہیں ہو سکتی تو سرے سے فن روایت کا ہی انکار کر دیجئے!

ہماری ان مختصر گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اتصال محض امکان سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے دلائل و قرائن کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ بالخصوص جبکہ معاملہ مشتبہ ہو جائے۔

خواہ زائد راوی کے آجانے سے یا کسی محدث اور ناقد امام کے قول سے۔ اور ایسی صورت میں امام مسلم کے مسلک کو بطور استدلال پیش کرنا سراسر نادانی ہے جبکہ انہوں نے خود تصریح کر دی۔

"الا ان تکون هناك دلالة بينة ان هذا الراوی لم يلق من روی عنه اولم يسمع منه شيئاً" (مقدمہ مسلم ص۲۱)

کہ اتحاد زمانہ کی صورت میں روایت متصل بھی تسلیم کی جائے گی جب کوئی ایسی دلیل نہ ہو کہ راوی نے مروی عنہ سے نہیں سنا یا دونوں کی ملاقات ثابت نہیں۔ بصورت دیگر وہ روایت متصل نہ ہوگی۔

بنا بریں جب حسن اور ابو الزبیر کے مابین واسطہ کا ثبوت بسند صحیح ثابت ہے۔ اور ابو الزبیر سے حسن کا سماع بھی ثابت نہیں تو پھر محض اتحاد زمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام مسلم کے مسلک کا سہارا لینا خود امام کے مسلک کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ایسی صورت جہاں سماع کا دعویٰ بلا دلیل ہے سراسر امام مسلم کے مسلک سے اس پر استدلال بھی باطل بلکہ اصول حدیث سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

پھر مولانا صفدر صاحب کا اس روایت کو "مزید فی متصل الاسانید" کی قسم میں شمار کرنا بھی بڑا مضحکہ خیز ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی علمائے دیوبند نے اتفاقاً امام العصر قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن ہمام کے قول کو اس روایت علی شرط مسلم صحیح ہے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اقول فيه تردد لان فى سنده جابر الجعفى واتصاله ليس من المزيد فى متصل الاسانيد كما هو مذكور فى سنن ابن ماجه ص۶۱" الخ (العرف الشذی ص۳۲)

علامہ کشمیری کی یہ عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ یہ روایت "مزید فی متصل الاسانید" کے قبیل سے قطعاً نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ بعض طرق میں زائد راوی آجانے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ جس میں زائد راوی کا تذکرہ نہیں ہوا وہ منقطع ہے۔"

جیسا کہ مولانا صفدر صاحب نے شرح نخبۃ الفکر سے نقل کیا ہے۔ لیکن یہ حکم علی الاطلاق صحیح نہیں۔ مولانا موصوف نے شرح نخبۃ الفکر کی مکمل عبارت نقل کرنے سے مصلحتاً اجتناب کیا ہے۔

حافظ اسی حکم کے متصل بعد فرماتے ہیں۔

"ولا یحکم فی ھذہ الصورۃ بحکم کلی"

یعنی یہ حکم کلی نہیں۔

اس کی مزید وضاحت اصول کی دوسری کتب سے ہوتی ہے۔ حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ حافظ ابن حجر النکت میں "المضطرب" کی انواع واقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اما النوع الخامس وھو زیادۃ الرجل بین الرجلین فی السند سیاتی تفصیلہ فی النوع السابع والثلاثین ان شاء اللہ تعالیٰ"

لیکن افسوس النکت کا مکمل نسخہ کہیں دستیاب نہیں ہمارے پاس اس کا ناقص نسخہ ہے جو النوع الثانی عشر پر ختم ہو جاتا ہے۔ تاہم جس قدر ہے غنیمت ہے۔ اصول حدیث پر اس سے جامع کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری۔ حافظ سخاوی کی فتح المغیث علامہ سیوطی کی تدریب الراوی اور علامہ صنعانی کی توضیح الافکار کا اصل ماخذ یہی النکت ہے۔ لیکن یہ حضرات بھی عموماً اس نوع کے بعد اس تفصیل سے بحث کرنے میں خاموش نظر آتے ہیں۔۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حافظ ابن حجر کی اس عبارت کو ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایسی صورت میں سند بہرحال مضطرب قرار پاتی ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہم ذکر کر آئے ہیں۔ حافظ عراقی نے اس بحث کی بقدر ضرورت خوب بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے۔

"فینبغی ان یحکم بارسالہ ویجعل معللا بالاسناد الذی ذکر فیہ الراوی الزائد لان الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ وان کان بلفظ یقتضی الاتصال کحدثنا واخبرنا وسمعت فالحکم للاسناد الخالی عن الراوی لان معہ زیادۃ وھی اثبات سماعہ منہ"

(شرح الفیہ ص۲۳ ج۲)

اسی طرح علامہ نووی لکھتے ہیں۔

لان الخالی عن الزائد ان کان بعرف عن فینبغی ان یجعل منقطعا وان صرح فیہ بسماع او اخبار احتمل ان یکون سمعہ من رجل عنہ ثم سمعہ منہ الا ان توجد قرینۃ تدل علی الوھم (التقریب مع التدریب ص۲۹۳)

علامہ عراقی اور علامہ نووی کی یہ دونوں عبارتیں اس مسئلہ کی بین دلیل ہیں کہ جب سند میں راوی نام لے کر مذکور ہو تو اس کی بنا پر دوسری سند کو جس میں وہ راوی مذکور نہیں کو منقطع و معلول قرار دیا جائے گا الا یہ کہ خالی عن الزائد کی سند میں راوی اپنے سماع کی صراحت کرے لیکن اگر اس تصریح سماع کے عدم تصحیح پر بھی کوئی قرینہ مل گیا تب بھی اس روایت کو منقطع کہا جائے گا۔

حافظ سیوطی نے تدریب میں اس کی مثالیں بھی دی ہیں۔ لیکن جو تفصیل شرح الفیہ میں ہے وہ قابل دید ہے۔ حافظ عراقی نے اس سلسلہ میں جو مثال دی ہے اس کا ذکر از بس ضروری ہے تاکہ طالبین حق کو حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ فرماتے ہیں۔

"حدیث ان یتموها ایا یکی لقوی امین" کو امام عبدالرزاق نے بواسطہ سفیان عن ابی اسحاق عن زید بن یثیع عن حذیفہ نقل کیا ہے لیکن یہ روایت دو جگہ منقطع ہے۔ جبکہ عبدالرزاق ہی یہ روایت بواسطہ النعمان بن ابی شیبہ عن الثوری عن شریک عن ابی اسحاق الخ روی ہے ... (شرح الفیہ ص۲۶ ج ۴)

اندازہ فرمائیں علامہ عراقی نے اس سند پر جس میں النعمان اور شریک کا واسطہ گرا ہوا ہے انقطاع کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ ثوری و ابو اسحاق اور عبدالرزاق اور ثوری میں امکان لقاء یقینی ہے۔ علامہ عراقی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"هذا القسم الرابع محل نظر لا یدرکه الا الحفاظ النقاد ویشتبه ذلك على كثير من اهل الحديث"

لیکن مؤلف احسن الکلام ہوتے تو فرماتے۔ ثوری و ابو اسحاق اور عبدالرزاق و ثوری میں امکان لقاء موجود ہے لہذا منقطع کیسے ہوئی ہے۔ ؏

بات تو تو نے بنائی تھی بہت خوب مگر
تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہیں

علمائے فن کی ان تصریحات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حضرت جابرؓ کی اس روایت کے متعلق ہمارے سابقہ الفاظ ایک بار پھر پڑھ لیجئے۔ کہ ابوالزبیر اور الحسن کے مابین جابرؓ کا واسطہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ میں گرا ہوا ہے۔ بصورت دیگر یہ روایت منقطع ہے جبکہ یہ واسطہ بسند صحیح ثابت ہے بلکہ مالک اور الاسود بھی اس واسطہ کو ذکر کرتے ہیں۔ اور ابوالزبیر سے حسن کے سماع کی

صراحت بھی موجود نہیں۔ اس کے بعد مولانا صفدر صاحب کی مندرجہ بالا توجیہات بلکہ انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ تو بات وہی ثابت ہوگی جو علامہ عراقی نے کہی ہے کہ یہ نوع بڑی دقیق ہے جسے بڑے حفاظ و نقاد ہی پرکھ سکتے ہیں۔ حضرت الاستاذ حافظ محمد گوندلوی اور محدث مبارکپوری نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اسے پرکھا اور خوب پرکھا۔ لیکن مولانا صفدر صاحب گو اپنے تئیں اس منصب جلیلہ پر فائز ہیں لیکن درحقیقت وہ اس فن میں اناڑی ثابت ہوئے ہیں پھر بدقسمتی سے حمیت مسلک کا بھوت اس پر مستزاد ہے۔ اس لیے اگر وہ کوئی بات بدلیل کہیں تو ہم انہیں ایک حد تک مجبور سمجھیں گے۔

؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اصل عبارت یوں ہو عن الحسن بن صالح وعن جابر الجعفی الخ بلکہ ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں اصل عبارت اسی طرح ہے الخ ملخصاً ص ۲۱ لیکن سمجھ نہیں آتی بلا دلیل و بلا قرینہ صحیحہ ہو سکتا ہے سے مولانا صفدر صاحب کام نکالنے کے عادی کیوں ہیں! اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہی ان کے دلائل کی کمزوری کی دلیل ہے۔

ابن ماجہ کے بعض نسخوں میں یہ عبارت کس طرح ہے اس کی حقیقت بھی سن لیجئے۔

سنن ابن ماجہ کا پہلا نسخہ جو ۱۲۸۲ھ میں مطبع عمدۃ المطابع سے طبع ہوا پہلی بار اس میں اس روایت کی سند یوں نقل کی گئی۔

"الحسن بن صالح عن جابر الجعفی وعن ابی الزبیر"

جیسا کہ مولانا عبدالعزیز مرحوم گوجرانوالوی نے نصب الرایہ کے حاشیہ ص ۔۔ ج ۲ میں نقل کیا ہے تتبع بسیار کے باوجود ہمیں یہ نسخہ نہیں ملا تاہم اس سلسلہ میں متعدد نسخے نظر سے گزرے جن میں بعض نسخے ایسے ہیں جن کے متن میں ہی سابقہ عبارت نقل کرتے ہوئے حاشیہ میں نسخہ کی علامت لکھ کر "وعن جابر" لکھا ہوا ہے۔ گویا متن میں تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جابر ابوالزبیر کا متابع ہے اور حاشیہ پر اس بات کا اشارہ ہے کہ بعض نسخوں میں جابر حسن بن صالح کا متابع ہے۔

اس کے علاوہ بعض دوسرے ہندی نسخوں میں اور مصری تمام نسخوں میں یہ "و" کی زیادتی کہیں مذکور نہیں۔ تمام اصحاب التخریج والاطراف ۔۔ یہ روایت ابن ماجہ سے بغیر "و" کے ذکر کی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہوں نصب الرایہ، الدرایہ، الاطراف للمزی اس کا قلمی نسخہ

حضرت مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی مدظلہ کے مکتبہ میں محفوظ ہے۔ المحلی، شرح المؤطا، البنایہ شرح ھدایہ، بلوغ الامانی، امام الکلام مولانا عبدالحی۔ حتی کہ "و" کی اس زیادتی کا ذکر علامہ محمد انور شاہ صاحب کاشمیری نے بھی نہیں کیا ملاحظہ ہو العرف الشذی۔

علاوہ ازیں دیگر کتب احادیث جن میں یہ روایت اسی سند سے مذکور ہے مثلاً شرح الآثار کتاب القرأۃ، السنن الکبریٰ، معرفۃ السنن و الآثار، سنن دارقطنی، ان میں بھی "و" کی زیادتی منقول نہیں۔ بلکہ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

"لم یتابعہ علیہ ای جابراً الا من ھو اضعف منہا" (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۰)

جس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ابوالزبیر کی جابر رض کی متابعت امام بیہقی کے نزدیک کسی صورت ثابت نہیں ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابوالزبیر، جابر اور لیث سے بھی ضعیف ہے حالانکہ یہ قطعاً صحیح نہیں۔ "و" کی زیادتی صحیح نہ ہونے پر ایک یہ بھی قرینہ ہے محدثین رحمہم اللہ متابعت ذکر کرتے ہوئے عموماً "وعن فلان" نہیں بلکہ "وفلان" ذکر کرتے ہیں جس کی متعدد مثالیں کتب احادیث سے مل سکتی ہیں۔ زیر بحث روایت ہی کو لیجئے۔ جابر رض کی متابعت جب بھی لیث سے بیان ہوئی ہے وہاں یہی الفاظ منقول ہیں۔

"حدثنا الحسن بن صالح عن جابر ولیث بن ابی سلیم"

یا۔ عن الحسن عن لیث وجابر عن ابی الزبیر"

کہیں آپ کو عن جابر وعن لیث نہیں ملے گا۔ لہذا اس قاعدہ کی رو سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ "عن جابر وعن ابی الزبیر" یا "الحسن بن صالح وعن جابر" میں "و" کی زیادتی صحیح نہیں بلکہ کسی ناواقف اصطلاح کی کارستانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح "جابر" کے ضعف کا "علاج" ہو سکے۔

ہماری ان گذارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سنن ابن ماجہ کے جن نسخوں میں جابر رض کو ابوالزبیر کا الحسن کا متابع بنایا گیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ مطبع فاروقی دہلی کے نسخہ میں اصل سند "الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر" پر حاشیہ کی علامت دیتے ہوئے مولانا محمد طاہر نے لکھا ہے :

"وفی النسخۃ السابقۃ علی عن جابر نسخۃ وعن جابر وفی موضع عن ابی الزبیر وعن ابی الزبیر فھو سھو من قلم الناسخ کما یدل علیہ الذیلعی وتخریج حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرھما کما لا یخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ بعلم الحدیث"

یعنی جسے علمِ حدیث سے معمولی سا لگاؤ ہے وہ بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ سابقہ نسخہ میں "عن جابر" پر نسخہ کی علامت لگا کر "وعن جابر" لکھنا اور "عن ابی الزبیر" کی جگہ "وعن ابی الزبیر" لکھنا ناسخ کی غلطی ہے۔ جیسا کہ حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر کی تخریج سے معلوم ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ مطبع مجتبائی و نور محمد وغیرہ کے نسخوں میں "وعن ابی الزبیر" اور نسخہ میں "وعن جابر" کے ساتھ ساتھ مذکورۃ الصدر عبارت بھی حاشیہ میں لکھ دی گئی ہے۔ لیکن اس میں ہے "وفی النسخۃ السابقۃ علی عن جابر و فی موضع عن ابی الزبیر" الخ ظاہر ہے یہاں جابر کے بعد "نسخہ وعن جابر" کے الفاظ گر گئے ہیں جس سے عبارت میں الجھاؤ اور تعطل واقع ہو گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ مولانا صفدر صاحب تو کاتب کی کہیں غلطی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم آخر ایسے کن کن مواضع کی نشان دہی کریں۔ اور کریں بھی تو دلائل سے لیکن ہمارے مہربان تو شاید کاتب کے قلم کو لوحِ محفوظ کا قلم سمجھ بیٹھے ہیں۔

ہماری ان گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سنن ابن ماجہ کے تمام نسخوں میں یہ روایت بغیر "و" کے مذکور ہے۔ اور "عمدۃ المطابع اور دوسرے بعد کے نسخوں میں اس کی زیادتی صحیح نہیں۔ تعجب ہے کہ "و" کی زیادتی کا یہ نسخہ امام ابن ماجہ کے کسی "خاص شاگرد" ہی کا ہو سکتا ہے جو کسی محفوظ تہ خانہ میں چھپا رہا اور تقریباً ایک ہزار سال بعد اس کا اظہار ہوا مولانا صفدر صاحب کی "بگڑی ہوئی قسمت سنوارنے کے لیے"۔ اس قیمتی انکشاف پر اصحاب مطبعہ واقعۃً "داد" کے مستحق ہیں۔ یہ ابن ماجہ کا نسخہ نہ ہوا شیعہ حضرات کا امام غیب ہوا۔ ازراہِ انصاف فرمائیں کہ ہے کوئی حقیقت اس زیادتی "و" کی بھی! جسے علمی دنیا میں پیش کرتے ہوئے مولانا صفدر صاحب بڑے اطمینان کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اور پھر ان مدعیان صدق وصفا کی چالاکی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ "و" کی زیادتی جو متن میں مذکور ہے اس کا ذکر نہیں کرتے بلکہ حاشیہ میں نسخہ "وعن جابر" کو ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ محض اس لیے کہ امام بیہقی کے اعتراض سے بچ سکیں۔ ؎

دل نے جس راہ لگایا تو اسی راہ چلا
وادئ عشق میں گمراہ کو رہبر سمجھا

علی وجہ التسلیم کہ "و" کی زیادتی صحیح ہے اور الحسن بن صالح کا ابوالزبیر سے سماع ثابت ہے (اگرچہ یہ ثابت نہیں ہو سکتا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا) تاہم اس روایت کو صحیح کہنا محلِ نظر ہے۔ جبکہ اس روایت میں ابوالزبیر مدلس ہے اور روایت معنعن ہے

کہیں سماع کی تصریح ثابت نہیں۔

جہاں تک ابوالزبیر کے مدلس ہونے کا تعلق ہے تو اس کے متعلق علمائے فن کی تصریحات متعدد کتب میں مذکور ہیں۔ حافظ ذہبیؒ اور ان کے شاگرد حافظ ابو محمود احمد بن ابراہیم المقدسی نے اپنے ارجوزہ میں، علامہ الحلبی نے التبیین فی اسماء المدلسین میں، حافظ سیوطی نے اسماء من عرف بالتدلیس میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ چاروں رسالے میرے ہاں قلمی موجود ہیں والحمد للہ علی ذالک۔

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصل عبارتیں نقل کرنے سے ہم نے اجتناب کیا ہے۔ اس کے علاوہ حافظ ابن حجر نے بھی طبقات المدلسین میں ذکر کرتے ہوئے "مشہور بالتدلیس" کہا ہے اور یہی الفاظ علامہ الحلبی کے ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال نیز حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں بھی اس کے مشہور بالتدلیس ہونے کی صراحت کی ہے۔ علامہ الخزرجی فرماتے ہیں:

محمد بن مسلم . . . ابو الزبیر احد الائمۃ ثقۃ یدلس"

(الخلاصۃ تذہیب الکمال ص۳۶۰)

علامہ القرشی حنفی نے "کتاب الجامع"، جسے انہوں نے "الجواہر المضیۃ" کی گویا ذیل قرار دیا ہے، میں فرماتے ہیں:

"قد قال الحفاظ ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی یدلس فی حدیث جابر فما کان بصیغۃ العنعنۃ لا یقبل ذالک" (کتاب الجامع ص ۴۲۹، ج ۲)

مولانا ظفر احمد تھانوی نے بھی "انہاء السکن" (ص۱۴۰) میں اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے صحیح مسلم میں ابو الزبیر کے عنعنہ پر کلام کیا ہے۔

علامہ شوکانی ایک حدیث جسے امام حاکم نے "علی شرط الشیخین" کہا ہے، پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الحافظ وھم لان ابا الزبیر لیس من شرط البخاری وقد عنعن فھو علۃ ھذا الخبر" الخ (نیل الاوطار ص۲۶، ج ۴)

اسی طرح ص ۱۵، ج ۱ میں فرماتے ہیں:

"قال الحافظ واسنادہ حسن لیس فیہ الا ما یخشی من التدلیس انتہی و ذالک لان فی اسنادہ ابن جریج وابا الزبیر وھما مدلسان"

حافظ ذہبی علامہ ابن حزم سے نقل کرتے ہیں:

"اما ابو محمد ابن حزم فانہ یرد من حدیثہ مایقول فیہ عن جابر ونحوہ لانہ عندہم ممن یدلس" الخ (میزان الاعتدال ص ۳۷، ج ۱)

علامہ ماردینی فرماتے ہیں:

"وابو الزبیر فیہ کلام لبعیر وھو یدلس فی حدیث جابر ولا یحتج من حدیثہ عنہ الاما صرح بالسماع اوکان من روایۃ اللیث بن سعد عنہ کذا قال عبد الحق"

(الجوہر النقی ص ۲۲۸، ج ۲)

علامہ ابن العماد رقم طراز ہیں:

"قال ابن ناصر الدین نقم علیہ التدلیس ومع ذالک فھو امام حافظ واسع العلم"

(شذرات الذہب ج ۱، ص۱۷۵)

بلکہ حافظ ابن حجر نے ہدی الساری میں لکھا ہے کہ بعض نے ابو الزبیر کو محض اس لئے ضعیف کہہ دیا ہے کہ وہ بکثرت تدلیس کیا کرتے، ان کے الفاظ ہیں:

"ضعفہ بعضہم لکثرۃ التدلیس" (ہدی الساری)

ائمہ فن اور علمائے احناف کی یہ تصریحات اس بات کا ثبوت ہیں کہ ابو الزبیر مدلس ہے۔ اور حدیث میں اس کا عنعنہ تصحیح و تحسین کے منافی ہے۔ لہٰذا حضرت جابر کی اس حدیث میں جابر جعفی کا واسطہ تسلیم نہ بھی کیا جائے تاہم یہ روایت پایہ استدلال و احتجاج سے گری ہوئی ہے ———— !

(باقی - باقی)

ضروری گذارش:

اگر آپ کے پرچہ پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگی ہوئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یا تو آپ اپنا زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں۔ ورنہ آئندہ شمارہ آپ کو بذریعہ وی۔پی۔پی ارسال کیا جائے گا جس کو وصول کرنا آپ کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہوگا عدم وصولی کی صورت میں رسالہ کی ترسیل روک دی جائے گی ———— مینجر